قسط:۱

تاریخ ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

کتب تاریخ وسیَر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالِ ولادت، مہینے اور تاریخ کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

سالِ ولادت:

ایک قول یہ ہے کہ ولادت ''عام الفیل'' سے قبل ہوئی پھر ۱۵سال، ۳۰ سال اور چالیس سال قبل از واقعہ فیل کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ اسی طرح ولادت سے متعلق واقعۂ فیل کے ایک سال بعد اور دس سال بعد کا قول بھی نقل کیا گیا ہے۔ جبکہ علاّمہ قسطلانی نے عام الفیل سے قبل ولادت کی بابت تمام اقوال کی تردید کی ہے۔ صحیح قول کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ اس کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد، جلد: اوّل، ص: ۸۱، سیرت ابن کثیر، جلد: اوّل، ص: ۲۰۱۔

خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں: ''اس بات پر اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے۔''

واقعۂ فیل محرم میں پیش آیا تھا اور اس کے پچاس یا پچپن دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اکثر حضرات نے پچاس دن کا قول اختیار کیا ہے۔

امام ابنِ کثیر نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

''وَ قِیۡلَ بِخَمۡسِیۡنَ یَوۡمًا وَ هُوَ اَشۡهَرُ'' اور کہا گیا ہے کہ اصحابِ فیل کے واقعہ سے پچاس دن بعد ولادت با سعادت ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: دوم، ص: ۲۶۰)

ماہِ ولادت:

جمہور علماء کے مطابق ربیع الاوّل میں ولادت ہوئی۔ علاّمہ ابنِ جوزی نے اس بات پر محدّثین ومؤرخین کا اجماع نقل کیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے محرم، صفر، ربیع الثانی، رجب اور رمضان کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں لیکن یہ تمام اقوال ضعیف ہیں۔

یومِ ولادت:

اس بات پر اربابِ تاریخ وسِیَر کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ’’پیر‘‘ کے روز ہوئی۔ حضرت ابوقتادہ انصاری سے مروی ہے کہ پیر کے دن کے روزے کے بارے میں اللہ کے رسول سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيْهِ وُلِدْتُ وَ فِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ یہی وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر...... جلد: اوّل، ص: ۳۶۸)

وقتِ ولادت:

وقتِ ولادت کے متعلق ’’دن، رات اور طلوعِ فجر‘‘ کے اقوال منقول ہیں لیکن جمہور مؤرخین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی۔

تاریخِ ولادت:

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت کے بارے میں ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲؍ ربیع الاوّل کے اقوال نقل کیے ہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

’’تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں، بارہویں۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مجروح قرار دیا ہے۔ مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور محمود پاشا مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے۔‘‘ (سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۲۰)

یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اسی کتاب میں آگے چل کر تاریخ وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسی حساب کی بنا پر ہی جمہور کے قول کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

’’تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی۔‘‘ (سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۱۴۴)

موصوف کا تاریخ ولادت کے بارے میں نویں تاریخ کو ’’بے سند قول‘‘ قرار دینا اور بارہویں تاریخ پر اجماع نقل کرنا دونوں باتیں محلِ نظر ہیں۔ حافظ مغلطائی نے باقی اقوال کو مجروح قرار دے کر ۲؍ ربیع الاوّل کے قول کو ترجیح دی ہے۔ واقدی اور حافظ ابن عبدالبر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

شیخ قطب الدین، حافظ حمیدی، ابن حزم اور زہری سے ۸؍ ربیع الاوّل کا قول منقول ہے۔ ابن عبدالبر نے بھی

اصحاب تاریخ سے یہی نقل کیا ہے۔اسی کو محمد بن خوارزمی نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن دحیہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عبداللہ بن عباس و جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے ۸ ربیع الاوّل منقول ہے۔ اور جمہور محدّثین و مؤرخین کا یہی مختار ہے۔'' (احسن الفتاویٰ، جلد: دوم، ص: ۳۶۸)

موصوف اپنے ایک دوسرے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ بات جو زبان زد عوام وخواص ہوگئی ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل تاریخ ولادت اور ۲ ربیع الاوّل ہی تاریخ وفات ہے یہ بالکل غلط ہے......اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے کہ رسول اللہ کا آخری حج جمعہ کے دن ۹ ذی الحجہ کو ہوا۔ سو اس سے ۶۳ سال پہلے کا حساب کرلیا جائے تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاوّل کسی صورت نہیں بنتی بلکہ اس کے قریب قریب بھی نہیں بنتی، صحیح حساب اگر بنتا ہے تو پہلی تاریخ کا یا دوسری کا یا آٹھویں کا یا نویں کا اس لیے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دو باتیں تو مسلّم ہیں اور ان دونوں کا اجتماع ۱۲، تاریخ کو کسی صورت ممکن نہیں البتہ مذکورہ تاریخوں میں سے کوئی سی تاریخ لے لی جائے تو حساب بن جاتا ہے۔ پھر علاّمہ مغلطائی نے ۲ ربیع الاوّل قرار دی ہے مگر حضرت ابن عباس و جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے ۸ ربیع الاوّل مأثور ہے اور اکثر محدّثین ومؤرخین کا یہی مختار ہے۔'' (ربیع الاوّل میں جوشِ محبت، ص ۶۔۸)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری لکھتے ہیں کہ:

''عوام میں تو مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل تھی اور بعض کمزور روایات اس کی پشت پر ہیں اور اکثر علماء ۸ ربیع الاوّل کہتے ہیں لیکن صحیح اور مستند قول یہ ہے کہ ۹ ربیع الاوّل تاریخِ ولادت ہے اور مشاہیر علماء تاریخ وحدیث اور جلیل المرتبہ ائمہ دین اسی تاریخ صحیح اور اثبت کہتے ہیں۔ چنانچہ حمیدی، عقیل، یونس بن یزید، ابن عبداللہ، ابن حزم، محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابوالخطاب ابن دحیہ، ابن تیمیہ، ابن قیّم، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، شیخ بدرالدین عینی جیسے مقتدر علماء کی یہی رائے ہے۔

محمود پاشا فلکی نے ہیئت کے مطابق جو زائچہ اس غرض سے مرتب کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اپنے زمانہ تک کے کسوف وخسوف (سورج گرہن وچاند گرہن) کا صحیح حساب معلوم کرکے پوری تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ سن ولادت باسعادت میں کسی حساب سے بھی دوشنبہ (پیر) کا دن ۱۲ ربیع الاوّل کو نہیں آتا بلکہ ۹ ربیع الاوّل ہی کو آتا ہے۔ اس لیے بلحاظ قوت وصحتِ روایات اور باعتبار حساب ہیئت ونجوم ولادت مبارک کی مستند تاریخ ۹ ربیع الاوّل ہے۔ (نیچے حاشیہ میں لکھتے ہیں) آٹھ اور نو کا اختلاف، حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مہینے کے انتیس اور تیس کے حساب پر مبنی ہے اور جب کہ حساب سے ثابت ہوگیا کہ صحیح تاریخ ۲۱ اپریل تھی تو ۸، کے متعلق تمام اقوال دراصل ۹ کی تائید میں پیش ہو سکتے ہیں۔'' (قصص القرآن اردو، جلد: چہارم، ص: ۲۵۷۔۲۵۸، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی)

موصوف کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹ تاریخ کے قول کی اصل بنیاد ''پیر'' کے دن پر ہے۔ اس حساب سے تو

''پیر'' کا دن ۲، تاریخ کو بھی آتا ہے اور کئی ایک مؤرخین سے ۲، تاریخ کا قول بھی منقول ہے۔ اس لیے جدید تقویمی حساب کی رو سے ۲ ربیع الاوّل کا قول بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علّامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور واقدی نے معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سے یہی قول نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

۹ ربیع الاوّل تاریخ ولادت کے حوالے سے ارباب تاریخ و سیَر کے اقوال کے علاوہ محمود پاشا فلکی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی تحریر کیا ہے۔ ان کے استدلال کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سید ابراہیم کے انتقال کے وقت ۱۰ھ، میں سورج کو گہن لگا تھا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا ترسٹھواں سال تھا۔

۲۔ ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

۳۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲ راپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

۴۔ تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک منحصر ہے۔

۵۔ ربیع الاوّل مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ راپریل ۵۷۱ء تھی۔ (بحوالہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: اوّل، ص: ۱۷۶۔ مؤلفہ علّامہ شبلی نعمانی)

علّامہ شبلی نعمانی کے علاوہ علّامہ سید محمد انور شاہ کشمیری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری اور مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی محمود پاشا فلکی کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے ۹ ربیع الاوّل کی تاریخ کو ہی ترجیح دی ہے۔ بعض حضرات نے لفظ ''محمد'' کے اعداد (۹۲) سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا عدد دیا گیا ہے (۹۲ میں دہائی ۹ کی ہے) اور یہی یعنی ۹ ربیع الاوّل آپ صلی اللہ علیہ کی تاریخ ولادت باسعادت ہے۔ پھر انہوں نے اس عدد کے اسرار و حقائق بیان کیے ہیں کہ یہ ایسا عظیم عدد ہے کہ ایک سے لے کر آٹھ تک سب اعداد اس میں مدغم اور موجود ہیں۔ ایک سے آٹھ تک جمع کریں تو آخری حاصل جمع ۹ ہی ہوگی اور اگر ایک سے آٹھ تک کو ۹ سے ضرب دیں تو پھر بھی آخری حاصل جمع ۹ ہی ہوگی۔

بلحاظ جمع: 1+2+3+4+5+6+7+8+9=45(4+5=9)

بلحاظ ضرب: 1x9=9,2x9=18(1+8=9),3x9=27(7+2=9),4x9=36(3+6=9),

5x9=45(5+4=9),6x9=54(4+5=9)7x9=63(3+6=9),8x9=72(2+7=9),9x9=81(1+8=9),

10x9=90(0+9=9)

اسی طرح ایک سے لے کر نو تک کی اکائیاں جمع کرنے سے بھی حاصل جمع ۹ ہی ہوگی۔

مثلاً: 9=5+4,9=6+3,9=7+2,9=8+1۔ ملاحظہ ہو: ''شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن'' ص: ۱۸۸، مؤلفہ: مفتی احمد یار خان نعیمی گجرات، اقبال اور حبِّ اصحاب وآل رضی اللہ عنہم، ص: ۴۳۔۸۰، مؤلفہ: عبدالستار نجم جھنگ)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ لفظ ''محمد'' کے معروف اعداد ۹۲ ہیں اور ۹ سب سے بڑا عدد ہے لیکن اس سے تاریخ ولادت کا بھی ۹/ربیع الاوّل ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ ملحوظ رہے کہ اہلِ تشیّع کے نزدیک تاریخِ ولادت ۱۷/ربیع الاوّل ہے۔ تاریخ ولادت کے بارے میں مذکورہ اقوال کے برعکس ایک مشہور قول بارہ ربیع الاوّل کا ہے۔ اکثر مؤرخین اور جمہور عوام اسی کے قائل ہیں بلکہ امام ابن جوزی اور ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اجماع کی بات تو صحیح نہیں البتہ مؤرخین کی اکثریت اس قول کو تاریخِ ولادت قرار دیتی ہے۔

علّامہ ابن ہشام سب سے قدیم اور پہلے سیرت نگار محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِثْنَتَىْ عَشَرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''پیر'' کے دن بارہ ربیع الاوّل کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، جلد: اوّل، ص: ۱۷۱، ابن جریر طبری، جلد: دوم، ص: ۱۲۵، تاریخ ابن خلدون، جلد: اوّل، ص: ۳۲، ابوالحسن علی الماوردی اعلان النبوۃ، ص: ۱۹۲، الوفاء لابن جوزی، ص: ۹۰، عیون الاثر، جلد: اوّل، ص: ۲۶، لابن سید الناس اندلسی سیرت ابن کثیر، جلد: اوّل، ص: ۱۹۹۔

موصوف نے تو اس قول کے متعلق یوں صراحت فرمائی ہے کہ ''**ثُمَّ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِىْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ**'' جبکہ اپنی تاریخ میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ ''**هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ**'' (البدایہ والنہایہ، جلد: دوم، ص: ۲۶۰)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم ص: ۱۵، مفتی محمد شفیع مرحوم سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۲۰، الغرض اربابِ تاریخ وسِیَر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے متعلق واقعۂ اصحاب فیل کے سال ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲/ربیع الاوّل کے اقوال ذکر کیے ہیں۔

اگر ۲ یا ۹/ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن تسلیم کیا جائے تو پھر ۸، ۱۰، ۱۲، کو کسی صورت میں ''پیر'' کا دن نہیں آسکتا۔ اسی طرح باقی اقوال کا حال ہے کہ ان میں سے کسی ایک قول کے مطابق ''پیر'' کا دن تسلیم کرنے کی صورت میں دوسرے اقوال خارج از بحث ہو جائیں کیونکہ ''پیر'' کے دن ولادت کا ہونا ایک مسلّمہ اور نا قابلِ تردید حقیقت ہے۔

کتب تاریخ میں دس ربیع الاوّل کا ذکر بہت کم ملتا ہے نیز اس قول کو اگر اختیار کر لیا جائے تو پھر ۲، ۸، ۹، ۱۲/ربیع

الاوّل کو ''پیر'' کا دن نہیں ہوسکتا جبکہ یہی اقوال اربابِ تاریخ وسیَر کی بحث کا محور ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری نے آٹھ اور نو کے اختلاف کو غیر حقیقی اور مہینے کے کامل (تیس) اور ناقص (انتیس) ہونے پر مبنی قرار دیتے ہوئے آٹھ ربیع الاوّل سے متعلق تمام اقوال کو ۹ کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس طرح اب ۲، ۹، ۱۲/ربیع الاوّل میں سے کسی ایک قول کو ہی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

واقدی، حافظ مغلطائی اور حافظ ابن عبدالبر نے ۲/ربیع الاوّل کو اختیار کیا ہے۔ جن محققین کے نزدیک ۹/ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن ثابت ہے تو پھر اس کی رو سے ۲/ربیع الاوّل کو بھی ''پیر'' ہی کا دن تھا اور یہ قول ایک لحاظ سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس پر بحث آگے آرہی ہے۔ ۹/ربیع الاوّل کی تائید میں بھی کافی وزنی دلائل ہیں اور اس قول کو جدید وقدیم محققین کے علاوہ مشاہیر علماء تاریخ حدیث اور جلیل المرتبہ ائمہ دین نے اختیار کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف مؤرخین کی اکثریت نے ۱۲ کے قول کو ترجیح دی ہے اور طویل عرصہ سے اُمّت کا تعامل بھی اسی پر چلا آرہا ہے۔ اب اس میں اشکال صرف یہ ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن نہیں آتا۔ جن حضرات نے ۹ کا قول اختیار کیا ہے ان کی سب سے بڑی دلیل ہی یہ ہے کہ کسی حساب سے بھی بارہ کو پیر کا دن نہیں آتا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ اگر کسی حساب سے بارہ کو پیر کا دن آجائے تو پھر جمہور مؤرخین اور تعامل اُمّت کے پیشِ نظر ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو متفقہ طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے دنیا کی متمدن اقوام میں متعدد ''سن'' جاری تھے۔ زیادہ مشہور یہودی، رومی اور ایرانی سن تھے لیکن بعثت نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا۔ وہ اپنی مرضی سے حرمت والے مہینوں میں تقدیم وتاخیر اور ردّ وبدل کرتے رہتے تھے۔ اس عمل کو ''نسئی'' کہا جاتا تھا جس کی خاطر وہ سال کے بارہ مہینوں کی تعداد تیرہ یا چودہ بنا لیتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے دور میں صرف ۱۰ھ، میں حج کا مہینہ اپنے اصلی وقت پر آیا ورنہ اس سے پہلے دوسرے مہینوں کا نام ''ذی الحجہ'' رکھ دیا جاتا تھا۔ ''نسئی'' کی منسوخی کا اعلان ۹ھ، حج کے موقع پر کیا گیا اور اگلے سال ۱۰ھ کا حج ٹھیک ان تاریخوں میں ہوا جو قمری حساب کے مطابق تھیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب التفسیر تحت سورۃ التوبہ، باب قول ''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّٰه......

اسلام میں سن ہجری کا آغاز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بھی چھٹے سال بعد ۱۷ھ میں بعہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوا۔ لہٰذا اس سے پہلے کے تاریخی وتقویمی ریکارڈ کے متعلق کوئی قطعی دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن چونکہ اکثر مؤرخین نے ۱۲/ربیع الاوّل کو تاریخ ولادت قرار دیا ہے اُمّت کا تعامل بھی اسی پر ہے لہٰذا اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا کسی حساب سے ۱۲/ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن آسکتا ہے؟ راقم الحروف نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک حساب سے ۱۲/ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن ثابت کیا ہے جسے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

علاّمہ ابوالحسن الماوردی (م ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

''لِاَنَّہٗ وُلِدَ بَعْدَ خَمْسِیْنَ یَوْمًا مِنَ الْفِیْلِ وَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِیْہِ فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد کی وفات اور واقعۂ اصحابِ فیل کے پچاس روز بعد بروز ''پیر'' بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔ (اعلام النبوّۃ، ص:۱۹۲)

حافظ ابن سید الناس الشافعی الاندلسی لکھتے ہیں کہ:

'' وُلِدَ سَیِّدُنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ لِاِثْنَتَیْ عَشَرَۃَ لَیْلَۃً مَضَتْ مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ قِیْلَ بَعْدَ الْفِیْلِ بِخَمْسِیْنَ یَوْمًا.''

ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں ''پیر'' کے دن بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعۂ فیل کے پچاس روز بعد ولادت ہوئی۔ (عیون الاثر، جلد: اوّل، ص:۲۶)

اس ضمن میں ایک قول واقعۂ فیل کے پچپن روز بعد کا بھی ہے لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

''وَ قِیْلَ بِخَمْسِیْنَ یَوْمًا وَ ھُوَ اَشْھَرُ '' اور کہا گیا ہے کہ واقعۂ فیل کے پچاس دن بعد ولادت باسعادت ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: دوم، ص: ۲۶۰)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ صحیح روایات کے مطابق واقعۂ اصحابِ فیل کے پچاس روز بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق واقعۂ فیل اتوار کے دن ۲۲ محرم کو پیش آیا تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ''واقعۂ فیل ۲۲ محرم کو اتوار کے دن ہوا۔ بعض علماء نے اس کو متفق علیہ قرار دیا ہے اور اس کے خلاف ہر قول کو وہم کیا ہے۔'' (ملاحظہ ہو: گلدستہ تفاسیر، جلد: ۷، ص: ۷۰۸، تحت سورۃ الفیل، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، احسن البیان فی تفسیر القرآن، تحت سورۃ الفیل، ص: ۳۳۷، مؤلفہ: مولانا سید فضل الرحمٰن، مطبوعہ: زوّار اکیڈمی کراچی)

مولانا نسیم احمد غازی مظاہری فرماتے ہیں کہ:

''یہ واقعہ بقول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۲۲ محرم یک شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً ۵۰ دن پہلے پیش آیا۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ امام بخاری کے استاذ ابراہیم بن المنذر نے فرمایا کہ اس میں علمائے اسلام میں سے کسی ایک کو بھی شک نہیں اور اسی پر اجماع ہے اور اس کے خلاف جس سے بھی منقول ہے وہ غلط ہے۔'' (درسی تفسیر پارہ ۳۰، تحت سورۃ الفیل، ص: ۴۱۴۔ مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ ملتان)

مذکورہ متفق علیہ روایت کے مطابق اگر محرّم اور صفر کے مہینے کامل (یعنی تیس دن کے) ہوں تو واقعہ فیل کے ٹھیک

پچاس روز بعد بارہ ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن آتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عام الفیل ۲۲/محرم، اتوار۔

۲۹/محرم اتوار، ۶/صفر اتوار، ۱۳/صفر اتوار، ۲۰/صفر اتوار، ۲۷/صفر اتوار، ۴/ربیع الاوّل اتوار، ۱۱/ربیع الاوّل اتوار، ۱۲/ربیع الاوّل ''پیر'' ۲۲ تا ۳۰ محرم (بشمول ۲۲ تاریخ)

۹ (دن) + ۳۰ (دن صفر) + ۱۱ (دن ربیع الاوّل) = ۵۰ دن۔

اس طرح ۱۲/ربیع الاوّل تک واقعۂ فیل کے بعد پچاس دن بھی پورے ہو جاتے ہیں اور ''پیر'' کا دن بھی آ جاتا ہے جس سے تاریخِ ولادت کے سلسلے میں اکثر مؤرخین کے قول اور ''تعامل اُمّت'' کی تائید ہو جاتی ہے۔ اس تحقیق کے برعکس اگر واقدی، حافظ مغلطائی اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہم کے قول کے مطابق ۲/ربیع الاوّل کو تاریخِ ولادت قرار دیا جائے تو ایک لحاظ سے یہ زیادہ صحیح تاریخ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی ٹھیک تریسٹھ برس ثابت ہو جاتی ہے۔

صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ سال مکّہ مکرّمہ اور دس سال تک مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر رہے اور تریسٹھ برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب: کم اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ و مدینۃ۔ جلد: دوم، ص: ۲۶۰)

تریسٹھ برس کی عمر حضرت عائشہ، حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُوَفِّیَ وَ ھُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ سِتِّیْنَ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ مِثْلَہٗ. '' (صحیح بخاری کتاب المغازی، باب: وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۴۴۶۶، کتاب المناقب، باب: وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۵۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از ہجرت مکّہ مکرّمہ میں کل قیام:

ولادت ۲/ربیع الاوّل عام الفیل میلادی ۱ تا ۵۳ میلادی، ۵۳ سال۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد از ہجرت مدینہ میں کل قیام:

یکم ربیع الاوّل ۱ھ تا یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ۔ دس سال، کل عمر مبارک ۵۳+۱۰=۶۳ سال۔

یہ ملحوظ رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر بروز جمعرات یکم ربیع الاوّل کو مکّہ مکرّمہ سے روانہ ہوئے اور ۴/ربیع الاوّل تک غارِ ثور میں مقیم رہے۔ ۵/ربیع الاوّل بروز ''پیر'' علی الصباح غارِ ثور سے روانہ ہوئے اور ۱۲/ربیع الاوّل ۱ھ بروز پیر بعد از زوال قُبا پہنچے جہاں چار دن تک قیام کرنے کے بعد ۱۶/ربیع الاوّل بروز جمعہ مسجد بنی سالم میں

جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی روز مدینہ منوّرہ پہنچے۔(بحوالہ: ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: اوّل ص: ۳۱۸ مؤلفہ: مولانا سید فضل الرحمٰن، زوّار اکیڈمی کراچی)

چونکہ یکم ربیع الاوّل تا ۱۵ربیع الاوّل یعنی سفرِ ہجرت کی مدت بھی مدنی تقویم وقیام کا ہی حصہ ہے اس لیے ان ایام کو مدنی زندگی میں شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ جمہور مورخین تاریخِ ولادت کی طرح تاریخِ وفات میں بھی مختلف الرائے ہیں لیکن محققین کے نزدیک راجح ترین اور مستند ترین قول یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کا ہے۔ (تاریخِ وفات پر مستقل مضمون اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں) اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ زیست ۲ربیع الاوّل عام الفیل سے شروع ہو کر یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کو اختتام پذیر ہوا جس کے ساتھ ہی تریسٹھ سالہ دنیوی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ۲ربیع الاوّل عام الفیل کو ولادت باسعادت اور یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کو تاریخِ وفات تسلیم کرنے کی صورت میں متفق علیہ حدیث کے عین مطابق تریسٹھ برس کی عمر بھی پوری ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲ربیع الاوّل تاریخِ ولادت کے قول کو اگرچہ واقدی، مغلطائی اور ابن عبدالبر وغیرہم نے اختیار کیا ہے لیکن راقم الحروف نے عمر مبارک کے ساتھ مطابقت کی بناء پر اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ ولادت سے متعلق اقوالِ مختلفہ میں سے ہر قول کے حق میں دلائل کے باوجود کسی ایک قول کے بارے میں قطعیّت کے ساتھ کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا البتہ ان مختلف اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ''محمد'' کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح تاریخِ ولادت اور وفات کی بھی کوئی ایک قطعی تاریخ متعیّن نہ کر کے اسے بھی ''بدعات'' سے محفوظ رکھا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

''اُنظُرُوا کَیفَ صَرَفَ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتمَ قُرَیْشٍ یَشْتَمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّ یَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَ اَنَا مُحَمَّدٌ''

تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح قریش کی اذیتیں مجھ سے دور کرتا رہتا ہے۔ وہ میری ہجو کرتے ہوئے مجھے ''مذمّم'' (جس کی مذمت کی گئی ہو) کہتے ہیں پھر ''مذمّم'' کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمّم پر لعن طعن کرتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ہوں۔

قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''مذمّم'' رکھتے پھر ''مذمّم'' کو گالیاں دیتے اور اس پر لعنت کرتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گالی لگتی ہی نہیں تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''مذمّم'' نہیں بلکہ محمد تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (حیات ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، ص: ۸۲۔ مصنفہ الاستاذ علی الطنطاوی)

جاری ہے